

مرکز اہل سنت اور امت کو سچا کا ترجمان

مختار
مولانا محمد الیاس گھمن

فقہ
سنگوڑھٹا
ماہنامہ

شمارہ 10

اکتوبر 2016

جلد نمبر 5

اسلامی تعزیرات
چند غلط فہمیوں کا ازالہ



دنیا و آخرت کی کامیابی کے
ساتھ ساتھ



عالمی یوم امن اور قیام امن

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com



فہرست

- عالمی یومِ امن اور قیامِ امن ----- 3
اداریہ
- قربانی کے بعد!! ----- 7
مفتی صادق قاسمی
- دنیا و آخرت کی کامیابی کے 7 راز ----- 14
مفتی نجیب قاسمی
- اسلامی تعزیرات ... چند غلط فہمیوں کا ازالہ ----- 21
مفتی محمد وقاص رفیع
- دین اسلام کا خلاصہ خطبہ حجۃ الوداع ----- 25
مولانا محمد الیاس گھمن
- تیسرے خلیفہ.. چوتھے مسلمان ----- 32
مولانا محمد الیاس گھمن
- خیالِ رزق ہے رزاق کا خیال نہیں ----- 52
جہانگیر حسن
- میری فریاد ----- 57
محمد یعقوب
- وگ استعمال کرنے کا حکم ----- 60
- اُستوانہ حنانہ.... مسجد نبوی کا ایک ستون ----- 62

عالمی یوم امن اور قیام امن

اداریہ

امن معاشرے کی ایک ایسی ضرورت ہے۔ جو ہر مذہب اور ہر قوم کی مشترکہ ضرورت ہے۔ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی کے لیے امن کا قیام نہایت ضروری ہے۔ آج عالمی سطح پر اس کے خطوط وضع کرنے کے پروگرامز ہو رہے ہیں اور بد قسمتی سے ساری دنیا کی اقوام بد امنی کا ذمہ دار اسلام اور مسلمانوں کو ٹھہرا رہی ہے اور اسلام کو ہی قیام امن میں رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور من گھڑت مفروضہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ ادیان عالم میں واحد مذہب اسلام ہی ہے جس کے نفاذ کی بنیاد قیام امن ہے۔ تاریخ عالم کا مطالعہ کیجیے یہ حقیقت آپ پر روز روشن کی طرح آشکار ہوگی کہ قبل از اسلام امن کا فقدان تھا، ظلم و جبر نے انسانیت کو بد امنی کی دلدل میں گردن تک دھنسا رکھا تھا۔ عرب قوم ظالمانہ اور وحشیانہ زندگی بسر کر رہی تھی، درندگی کا یہ عالم تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر دو قبیلوں کی آپسی جنگ صدیوں تک محیط رہتی، کئی نسلیں اس انتقام کی آگ میں جھلستی رہتیں۔ دولت و اقتدار والا غریب اور عوام کو انسان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ظلم و زیادتی، قتل و غارتگری، چوری و بدکاری اور بد اخلاقی و بد امنی کا بازار گرم تھا۔ معاشرتی زندگی بری طرح تباہ ہو کر رہ گئی تھی، امن و امان پوری طرح پامال ہو چکا تھا۔ انسان اپنے رب بلکہ خود اپنا مقصد تخلیق بھلا چکا تھا اور سورج، چاند، ستارے، درخت، پانی، آگ اور خود تراشیدہ مورتیوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔

امن کے سب سے بڑے علمبردار پیغمبر اسلام نے ظلم کے سمندر سے

انسانیت کی ڈوبتی ناؤ کو امن کے ساحل پر لگایا۔ انسانیت کو ”انسانیت“ کا درس دیا۔ پیار، انس، مودت و محبت، اخوت و بھائی چارگی، حسن سلوک اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے خدائی دستور قرآن کریم دیا۔ قرآنی احکامات کی تشریح بھی خود فرمائی تاکہ حجت تام ہو جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر امن و امان پر زور دیا۔ ظلم و جبر، وحشت و سربریت اور خوف و ہراس کو دور کرنے کے لیے وحی الہی کے مطابق ایسا مصفاانہ اور عادلانہ نظام دیا جس میں ظالم کو ظلم سے روک کر مظلوم کی داد رسی کی گئی ہے۔ آپ کا دیا ہوا نظام ہر دور میں امن کا ضامن رہا ہے اور تا قیامت اسی نظام سے امن وابستہ ہے۔ اسلام کو غیر جانبدارانہ عمیق نظروں سے دیکھنے والے غیر مسلم بھی اس بات کے کھلے دل سے معترف ہیں کہ اسلام اور امن دونوں باہم لازم ملزوم ہیں۔ اسلامی کی بنیادی روح ہی امن ہے۔ قیام امن کے لیے اسلام نے اتنا جامع قانون انسانیت کے حوالے کیا کہ جس کی بدولت تا قیامت بد امنی سے محفوظ رہا جاسکتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ”جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کا قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔“

خدا کے پسندیدہ مذہب اسلام ہی کو ادیان عالم پر یہ فوقیت ہے کہ اس کی نظر میں کسی شخص کا ناحق قتل گویا پوری انسانیت کا قتل ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اسلام میں قتل تو درکنار یہاں کسی کی ایذا رسانی بھی ایسا جرم ہے جو اسے ایمان کے دائرہ کمال سے خارج کر دیتا ہے صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے: بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں، بخدا وہ مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا، کون اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کے ظلم

وستم سے محفوظ نہ ہو۔

اسلام محبت و رواداری کا درس دیتا ہے اس کی تعلیمات نقطہ امن کے گرد اپنے دائرے کو مکمل کرتی ہیں۔ جس شخص سے خیر کی توقع نہ ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں تو اسلام ایسے شخص کو بدترین انسان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”تم میں بدترین شخص وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کو نہ خیر کی امید ہو نہ اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں“

اسلام انسانی معاشرے میں مساوات کا نظام پیش کرتا ہے اس کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی کو کسی پر حسب نسب، قوم قبیلہ، خاندان، علاقائیت و لسانیت کی وجہ سے کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے، ہر انسان آدم کی اولاد ہے، اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں حدیث مبارک موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے، جان لو کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور نہ کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل ہے سوائے تقویٰ کے“ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ تقویٰ کا مطلب ہے خدا کا خوف ہر وقت پیش نظر رکھنا اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا۔

پرامن معاشرے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمی محبت، رواداری، بھائی چارہ، حسن سلوک، عفو و درگزر کو سنگ بنیاد کی حیثیت دی۔ جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت سے امن جنم لیتا ہے اگر ان میں سے کسی کو گزند پہنچے تو امن مجروح ہوتا ہے، اس کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فقید المثال اجتماع سے تاریخ ساز خطبہ دیتے ہوئے ایک شق یہ بھی بیان

فرمائی کہ ان تینوں کی حفاظت قیام امن کی ضامن ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: ”یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو آپس میں (تاقیامت) اسی طرح قابل احترام ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں قابل احترام ہے۔“

انسانیت سے رحمہلی سے پیش آنے کی جگہ جگہ تاکید فرمائی چنانچہ جامع ترمذی میں حدیث مبارک ہے: رحم و کرم اور دو گنہگار کرنے والوں پر خدا بھی رحم کرتا ہے۔ لہذا تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والوں پر رحم کرے گا۔ دوسرے مقام پر اسی بات کو یوں بیان فرمایا کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی یہ تعلیمات محض زبانی جمع خرچ نہیں، بلکہ آپ کی عملی زندگی کی عکاس ہیں۔ امن کی تعلیم دینے والے پیغمبر اور آپ کی مبارک جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس ”جرم“ کی پاداش میں طرح طرح کی انسانیت سوز تکالیف سہنی پڑیں۔ ایسے حالات میں بھی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور دشمنوں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آئے، جان کے دشمنوں کو عام معافی دی۔ قیام امن کے لیے جو امور ضروری تھے ان کو اپنانے کی اسلام نے تاکید مزید کی ہے جبکہ اس میں روکاٹ بننے والے انفرادی و اجتماعی طور پر اخلاقی جرائم، معاشرتی جرائم نشاندہی کر دی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے آج اسلام کی وہ صحیح تصویر پیش کی جائے جس سے اسلام کی روح نظر آئے۔

اسلام پسندوں کو طعنہ دینے والوں کو چاہیے کہ غیر جانبدار ہو کر گہرائی سے اسلام کے نظام امن کا مطالعہ کریں تاکہ نئے سرے سے قیام امن کے فارمولے تشکیل دینے کے بجائے نبوی نافذ شدہ، خدائی تصدیق شدہ اور قانوناً مرتب شدہ فارمولہ کو اپنا کر عالمی یوم امن کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

قربانی کے بعد!!

مفتی صادق قاسمی

قربانی کے بابرکت ایام ختم ہو گئے، اور عید قرباں کی چہل پہل بھی پوری ہو گئی، ایک مسلمان اپنی بساط کے مطابق قربانی دینے کا اہتمام کرتا ہے، اور بڑے شوق و جذبے کے ساتھ اس کو انجام دیتا ہے، استطاعت کے باوجود قربانی نہ دینے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی، اور قربانی کے عمل کی بہت فضیلت بھی بتائی گئی، ان چیزوں کو پیش نظر رکھ کر ہر مسلمان اس بات کی ضرورت کو شش کرتا ہے کہ وہ اس عظیم عبادت کو انجام دے اور اطاعت و محبت کا ثبوت دے۔

قربانی بلاشبہ سالہا سال سے مسلمان کرتے آرہے ہیں، اور ہر سال اس جذبے میں اضافہ بھی ہو رہا ہے، اور لوگ کئی افراد کی جانب سے قربانی دے رہے ہیں، قربانی کو عبادت سمجھ کر اور حکم الہی مان کر جب کرتے ہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ ایام قربانی کے گزر جانے کے بعد مقصودِ قربانی اور روحِ قربانی کو فراموش نہ کیا جائے، فلسفہ قربانی کو سمجھتے ہوئے قربانی کے بعد زندگی میں تبدیلی کے آثار ظاہر ہونا چاہیے، اور قلب و دماغ میں قربانی کی عظمت جاگزیں ہو جانی چاہیے۔

اسلام میں جتنی عبادات وقت اور موسم کے لحاظ سے انجام دی جاتی ہیں جیسے روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ یہ اگرچہ خاص موقعوں پر ادا کی جاتی ہیں لیکن ان کا اصل مقصود ان کے ذریعہ انسانوں کی اصلاح اور تربیت ہے، رمضان المبارک میں ایک ماہ کی تربیت و مشق کروا کر انسانوں کو عبادات کا خوگر بنایا جاتا ہے، حج کے مخصوص ایام اور متعین مقامات پر اطاعت و فرماں برداری کا سبق یاد دلایا جاتا ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مال

کے مقابلہ میں حکم الہی کی اہمیت کو بتلایا جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح قربانی کے ذریعہ بھی مسلمانوں کو ایثار و قربانی، دین کے لئے جفاکشی، اور اطاعت کی تعلیم دی جاتی ہے، قربانی کا عمل صرف ایک وقتی عمل نہیں ہے، نہ ہی قربانی گوشت خوری کے لئے کروائی جاتی ہے، اور نہ ہی ظاہری شان و شوکت کے دکھاوے اور مال و دولت کی نمائش کے لئے بلکہ قربانی کے اصل مقصود کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم فرمایا گیا کہ: لن ینال الله لحمها ودمائوها ولكن ینا له الله التقوی منکم۔

(سورۃ الحج: 37)

اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

اسی طرح قربانی کرتے وقت ایک مسلمان یہ دعا پڑھتا ہے: ان صلاقی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین لا شریک له بذلك امرت وانا اول المسلمین۔

(سورۃ الانعام: 162)

بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں اس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔

قربانی کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں میں بھی رکھا تھا: و لکل امة جعلنا منسکالین ذرؤا اسم الله علی ما رزقهم من بہیمۃ الانعام فالہکم الہ واحد فله اسلموا و بشر المخبئین۔

(سورۃ الحج: 34)

اور ہم نے ہر امت میں قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں، لہذا تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، چنانچہ تم اسی کی فرماں برداری کرو، اور خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔

اس میں بھی قربانی کا اصل مقصود اطاعت و فرماں برداری کو بتایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں حضرت ابراہیمؑ نے جو حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا اور بغیر پس و پیش کے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے تیار ہو گئے اور اپنے حصے کا کام بھی پورا کر لیا تو اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اس درجہ پسند آئی کہ آنے والے انسانوں میں اس یاد گار کو بطور عبادت باقی رکھ دیا۔ قربانی قرب سے نکلا ہوا لفظ ہے جس کے معنی تقرب اور نزدیکی کے آتے ہیں۔

جس مقصد کے لئے انسان قربانی دیتا ہے اور محنت و مجاہدہ برداشت کرتا ہے نتیجہ وہ چیز اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ دنیا میں لوگ مال و متاع اور اسباب و وسائل کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں، دن و رات مشقتیں اٹھاتے ہیں، صبح و شام کو ایک کر دیتے ہیں تاکہ مقصود میں کامیابی اور منصوبے میں کامرانی مل جائے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کا دستور بھی یہ بنایا ہے کہ جو قربانی دے گا وہ اپنے مقصود کو پائے گا چاہے وہ دنیا کے لئے دی جانے والی قربانی کیوں ہو؟

جس راہ میں انسان خود کو کھپاتا ہے اور فنا کر دیتا ہے وہ سرخروئی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ قربانیاں مختلف قسم کی ہیں اور مختلف مقاصد کے لئے دی جاتی ہیں، کوئی ملک و وطن کے لئے قربانی دیتا ہے، کوئی جاہ و منصب کے لئے قربانی دیتا، کوئی تجارت معیشت کے لئے قربانی دیتا ہے اور کوئی دین و اسلام کے لئے اور خدا کی محبت

اور اطاعت کے لئے قربانی دیتا ہے، اور یہی قربانی پائیدار اور ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ نبیوں کی سیرت اور خاص سیدنا برہم اور خاتم النبیین ﷺ کی حیات مبارکہ بے شمار قربانیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے وفادار و جاں نثار اصحاب کی قربانیاں دین حق کے لئے بے مثال ہیں۔

جانور کی قربانی سے پہلے اس بات کی یاد دہانی کروائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل ہمارے جذبہ اطاعت و فرماں برداری کو دیکھنا چاہتے ہیں، جس طرح خلیل اللہ نے محبت الہی میں بیٹے کو قربان کرنے سے گریز نہیں کیا اسی طرح ہمیں بھی اللہ کی محبت اور اطاعت کے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ ہم سے تو صرف اللہ نے جانور کو قربان کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ کم از کم اسی کے ذریعہ قربانی کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے اور حصول قرب کے لئے جانفشانیوں کا اندازہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی اور اس کا قرب، اس کی محبت اور اس سے تعلق اس وقت تک حاصل نہیں ہو گا جب تک کہ اپنی خواہشات کو قربان نہ کیا جائے اور اپنے ارمانوں کو مٹایا نہ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور محبت کے حصول کے لئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم المرتبت شخصیت کو انسانوں کے نمونہ بنایا، اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کا حکم دیا، آپ کی پیروی میں کامیابی کا اعلان فرمایا اور آپ کی اتباع کو دو جہاں کی سعادت کا ذریعہ قرار دیا خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تم میں کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا کہ جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے مطابق نہ ہو جائے۔

اس فرمانِ نبی ﷺ کے بعد آپ کے لئے جان و تن قربان کرنے والے صحابہ کرام نے اتباع و اطاعت میں سب کچھ قربان کر دیا اور اپنے ظاہر و باطن کو اسوۂ محمدی میں ڈھالنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ایک دو سبق آموز واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں کہیں تشریف لے جا رہے ہیں تھے، راستے میں ایک عمارت نظر آئی جس پر قبہ (گنبد) بنا ہوا تھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ صحابہ نے نام بتا دیا کہ فلاں صاحب کا ہے! دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ کی مجلس آراستہ تھی وہ مکان والے صحابی مجلس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، نبی کریم ﷺ نے کوئی التفات نہیں فرمایا، انہوں نے پھر سلام کیا آپ نے پھر اعراض کیا، جب کئی مرتبہ ہو چکا تو ان کو بڑی فکر ہوئی اور تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ آخر نبی کریم ﷺ کیوں ناراض ہیں؟ صحابہ کرام اپنے محبوب کی ناراضگی اور بے رخی کو بہت جلد معلوم کر لیتے تھے اور اس ناراضگی کو فوری دور کر دینے کی کوشش کرتے تھے۔ ساتھیوں سے پوچھا تو بتایا گیا کہ ایک مرتبہ تمہارے گھر کے سامنے سے اللہ کے نبی کا گذر ہوا تو مکان پر بنے قبہ کے بارے میں پوچھا تھا شاید یہی وجہ ناراضگی کی ہوگی؟ وہ صحابی فوری اٹھے گھر آئے اور اس کو منہدم کر دیا اور خاموشی سے آکر بتائے بغیر ہی مجلس میں بیٹھ گئے، جب کسی اور مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا تب دیکھا تو بالکل صاف نظر آیا اس اطاعت پر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

(البداء - حدیث نمبر: 4561)

حضرت سہیل بن حنظلہ ایک صحابی ہیں جو دمشق میں رہتے تھے اور

حسرت ابودرداءؓ بھی وہیں مقیم تھے، راستہ میں اکثر دونوں کی ملاقات ہو جاتی، سہیلؓ حضرت ابودرداءؓ سے نبی کریم ﷺ کے واقعات پوچھا کرتے۔ حضرت ابودرداءؓ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خریم اسدی بڑا اچھا انسان ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوتیں۔ ایک سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں۔ دوسرے تہبند ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے، نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد جب حضرت خریم اسدیؓ کو پہنچا تو فوراً چاقو منگوائی اور کان سے نیچے والے بال کاٹ دیئے اور تہبند نصف پنڈلی تک اونچا کر لیا۔

(ابوداؤد: حدیث نمبر 3568)

اپنی مرضی اور خواہش کو قربان کر کے منشاء نبوی کو پورا کرنا اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے ہر عزیز و قیمتی چیز کو نچھاور کر دینے کے بے شمار واقعات ان حضرات کی زندگیوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے دین کے لئے، اسلام کی سربلندی کے لئے اور نبی کی نصرت کے لئے ہر طرح کی قربانی دی، اور ان کی قربانیاں بارگاہِ خدا میں قبول بھی ہوئیں کہ ان کو ہمیشہ کے لئے اپنی رضا کا پروانہ عطا کر دیا۔ جانور کی قربانی کا مقصود صرف اراقۃ الدم (خون بہانہ) نہیں ہے بلکہ جذبہ قربانی سے لبریز ہو کر اطاعت و محبت سے سرشار ہونا ہے۔ خواہشاتِ نفس اور تمنائے دل کو قربان کر کے حکم الہی کو پورا کرنے لئے ہمہ وقت تیار رہنا ہے، اسی کی مشق و تربیت جانور کی قربانی سے کرائی جاتی ہے، عید قربان کے دنوں میں چاروں طرف جس والہانہ انداز میں مسلمان قربانی انجام دیتے ہیں اس کا یہ واضح ثبوت ہے۔

لیکن بڑا مسئلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم قربانی کے دنوں میں حکم الہی سمجھتے ہوئے جانور کی قربانی تو دیتے ہیں مگر قربانی کے دن ختم ہو جانے کے بعد قربانی کا مقصود ہی

ذہن و دل سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ جس مسلمان نے قربانی دی اب وہی مسلمان نماز سے بے توجہی بھی اختیار کرتا ہے، شریعت کی تعلیمات اور نبی کی سنتوں سے روگردانی کرتا ہے، جائز اور ناجائز کی تمیز کو مٹا کر اور حلال و حرام کے فرق کو بالائے طاق رکھ کر زندگی بسر کرتا ہے، نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اور دنیا کو راضی رکھنے کے لئے بے دریغ اللہ و رسول کی ناراضگی مول لیتا ہے، اگر قربانی کے بعد زندگی میں اطاعت و محبت اور حکم خدا کو پورا کرنے کے خفتہ جذبات بیدار نہیں ہوئے اور دین پر عمل آوری کے لئے ایثار و قربانی کا مزاج نہیں پیدا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ قربانی کا مقصود ہماری زندگیوں میں نہیں آیا، اور ہم نے رواجی اور رسمی طور پر جانور کو قربان کر کے خود کو بری الذمہ سمجھ لیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دین کا راستہ تسلیم و رضا کا راستہ ہے، یہاں پر سر اطاعت خم کرنے ہی پر سر خروئی اور کامیابی ملتی ہے، اور خود کو نچھاور کر کے بعد ہی ایمان کا لطف و حلاوت حاصل ہوتی ہے۔ خواہشات کی پیروی اور نفس کی غلامی کے ساتھ منزل مقصود تک رسائی دشوار ہے۔

قربانی ایک مسلمان کو تسلیم و رضا کا سبق سکھانے اور وفا شعاری کا پیغام دینے کے لئے آتی ہے، جس نے قربانی کے مقصود کو سمجھ کر اس کو انجام دیا تو یقیناً اس کے اثرات و برکات ظاہر ہوں گے اور قربانی انسان کی تبدیلی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے تمام مسلمان ایک بار اپنی قربانی کا جائزہ لیں اور غور و فکر کریں کہ جس اللہ نے قربانی کا حکم دیا اور ہم نے اس کو بخوشی پورا کیا وہی اللہ مسجدوں کو آباد کرنے، نمازوں کو قائم کرنے، فرائض کو ادا کرنے، حقوق کو بجالانے، جائز کو اختیار کرنے، ناجائز سے اجتناب کرنے، حلال حاصل کرنے، حرام سے بچنے اور دیگر بے شمار احکامات دیتا ہے اس کو بھی پورا کرنا اور رب کی بندگی مانتے ہوئے عمل کرنا لازمی ہے۔

دنیا و آخرت کی کامیابی کے 7 راز

مفتی نجیب قاسمی

سورۃ المؤمنون کی ابتدائی 11 آیات میں مومنین کی بعض صفات کا ذکر کیا گیا جن کے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے، آیات مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے:

”ان ایمان والوں نے یقیناً کامیابی حاصل کر لی جن کی نمازوں میں خشوع و خضوع ہے۔ جو لغو کاموں سے دور رہتے ہیں۔ جو زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آچکی ہوں کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ وارث جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

اللہ تعالیٰ (جو انس و جن و تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے، جو خالق مالک رازق کائنات ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جو انسان کی رگ رگ سے ہی نہیں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے اچھی طرح واقف ہے) نے انسان کی کامیابی کے لئے ان آیات میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے علاوہ صفات ذکر فرمائی ہیں کہ اگر کوئی شخص واقعی کامیاب ہونا چاہتا ہے تو وہ دنیاوی فانی زندگی میں موت سے قبل ان سات اوصاف کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ ان سات اوصاف کے حامل ایمان والے جنت کے اُس حصہ کے وارث بنیں گے جو جنت کا اعلیٰ و بلند حصہ ہے، جہاں ہر قسم کا سکون

واطمینان و آرام و سہولت ہے، جہاں ہر قسم کے باغات، چمن، گلشن اور نہریں پائی جاتی ہیں، جہاں خواہشوں کی تکمیل ہے، جس کو قرآن و سنت میں جنت الفردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہی اصل کامیابی ہے کہ جس کے بعد کبھی ناکامی، پریشانی، دشواری، مصیبت اور تکلیف نہیں ہے، لہذا ہم دنیاوی عارضی و محدود خوشحالی کو فلاح نہ سمجھیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کے لئے کوشاں رہیں۔

ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضور اکرم ﷺ کو پیغمبر تسلیم کیا اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے۔ انسان کی کامیابی کے لئے سب سے پہلی اور بنیادی شرط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے، اس کے علاوہ انسان کی کامیابی کے لئے جو سات اوصاف اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

1: خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی:

خضوع کے معنی ظاہری اعضاء کو جھکانے (یعنی جسمانی سکون) اور خشوع کے معنی دل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنے کے ہیں۔ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھ رہے ہیں اس کی طرف دھیان رکھیں اور اگر غیر اختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے، لیکن جو نہی یاد آجائے دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ غرضیکہ ہماری پوری کوشش ہونی چاہئے کہ نماز کے وقت ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نماز کے کس رکن میں ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں۔

اسی طرح ہمیں اطمینان و سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے

ایک اور صاحب بھی مسجد میں آئے اور نماز پڑھی پھر (رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور) رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گئے اور جیسے نماز پہلے پڑھی تھی ویسے ہی نماز پڑھ کر آئے، پھر رسول اللہ ﷺ کو آکر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے نماز سکھائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ پھر رکوع میں جاؤ تو اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان سے کھڑے ہو، پھر سجدہ میں جاؤ تو اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو تو اطمینان سے بیٹھو۔ یہ سب کام اپنی پوری نماز میں کرو۔

(صحیح بخاری)

2: لغو کاموں سے دوری:

لغو اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، لایعنی اور لا حاصل ہو، یعنی جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ مولائے حقیقی نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ لغو کاموں کو کرنا تو درکنار اُن سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ ہمیں ہر فضول بات اور کام سے بچنا چاہئے قطع نظر اس کے کہ وہ مباح ہو یا غیر مباح کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ** (جامع ترمذی)

انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ اور فضول چیزوں کو

چھوڑ دے۔

3: زکوٰۃ کی ادائیگی:

انسان کی کامیابی کے لئے تیسری اہم شرط زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی ہے، زکوٰۃ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ حکم زکوٰۃ کی ادائیگی کا ہی دیا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۴-۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت و عید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کماحقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے۔

اُن کے لئے بڑے سخت الفاظ میں خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو (اے نبی) آپ اُن کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے، یعنی جو لوگ اپنا پیسہ، اپنا روپیہ، اپنا سونا چاندی جمع کرتے جا رہے ہیں اور اُن کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، اُن پر اللہ نے جو فریضہ عائد کیا ہے اُس کو ادا نہیں کرتے، اُن کو یہ بتا دیجئے کہ ایک دردناک عذاب اُن کا انتظار کر رہا ہے۔

پھر دوسری آیت میں اُس دردناک عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی کہ یہ دردناک عذاب اُس دن ہو گا جس دن سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اُس آدمی کی پیشانی، اُس کے پہلو اور اُس کی پشت کو داغا جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، آج تم اس خزانے کا مزہ چکھو جو تم اپنے لئے جمع کر رہے تھے۔

4: شر مگاہوں کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز طریقہ یعنی نکاح مشروع کیا ہے۔ انسان کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ ہم جائز

طریقہ کے علاوہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ یعنی میاں بیوی کا ایک دوسرے سے شہوت نفس کو تسکین دینا قابل ملامت نہیں بلکہ انسان کی ضرورت ہے۔ لیکن جائز طریقہ کے علاوہ کوئی بھی صورت شہوت پوری کرنے کی جائز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ، یعنی جائز طریقہ کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی جانے کو منع فرمایا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّيْنٰۤی اِنَّہٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا (سورہ الاسراء ۳۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْعَيْنُ تَرٰی وَزَنَآهَا النَّظَرُ یعنی آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا نظر ہے۔ آج روزہ مرہ کی زندگی میں مرد و عورت کا کثرت سے اختلاط، مخلوط تعلیم، بے پردگی، TV اور انٹرنیٹ پر فحاشی اور عریانی کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم خود بھی زنا اور زنا کے لوازمات سے بچیں اور اپنے بچوں، بچیوں اور گھر والوں کی ہر وقت نگرانی رکھیں کیونکہ اسلام نے انسان کو زنا کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے۔ زنا کے وقوع ہونے کے بعد اس پر ہنگامہ، جلسہ و جلوس و مظاہروں کے بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حتی الامکان غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے ہی بچا جائے۔

5: امانت کی ادائیگی:

امانت کا لفظ ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو، خواہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو یا حقوق اللہ سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانت فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و مکروہات

سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد سے متعلق امانت میں مالی امانت کا داخل ہونا تو مشہور ہے، اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی کو بتلائی تو وہ بھی اس کی امانت ہے، اذن شرعی کے بغیر کسی کار از ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔ اسی طرح کام کی چوری یا وقت کی چوری بھی امانت میں خیانت ہے۔ لہذا ہمیں امانت میں خیانت سے بچنا چاہئے۔

6: عہد و پیمان پورا کرنا:

عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملہ میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی شخص سے کوئی چیز دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے، اس کا پورا کرنا بھی شرعاً ضروری ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اگر ہم کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کر لیں تو اس کو پورا کریں۔

7: نماز کی پابندی:

کامیاب ہونے والے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی بھی پوری نگرانی رکھتے ہیں یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات پر اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت و تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے مگر ضروری ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کیا جائے اور نماز کو ان شرائط و آداب کے ساتھ پڑھا جائے جو نماز کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: **وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْفَعُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ**۔

(سورۃ العنکبوت ۴۵)

نماز قائم کیجئے، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص راتوں کو

نماز پڑھتا ہے مگر دن میں چوری کرتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اُس کی نماز عنقریب اُس کو اس برے کام سے روک دے گی۔

(مسند احمد، صحیح ابن حبان، بزاز)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کے لئے ضروری سات اوصاف کو نماز سے شروع کیا اور نماز پر ہی ختم کیا، اس میں اشارہ ہے کہ نماز کی پابندی اور صحیح طریقہ سے اس کی ادائیگی انسان کو پورے دین پر چلنے کا اہم ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں سب سے زیادہ نماز کی ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ کل قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ نماز کے علاوہ تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے دنیا میں اتارے مگر نماز ایسا مہتمم بالشان عمل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر حضرت جبرائیل کے واسطے کے بغیر نماز کی فرضیت کا تحفہ اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنائے آمین، ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی طبیعت میں کامیابی کی چاہت رکھی ہے چنانچہ ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ انسان کی کامیابی، ایمان کے بعد سات صفات میں مضمر ہے، یعنی اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئیں کہ ہم اپنے اندر یہ صفات پیدا کریں۔

ان سات اوصاف سے متصف ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس کا وارث بتلایا ہے۔ لفظ وارث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور یقینی ہے اسی طرح ان سات اوصاف والوں کا جنت الفردوس میں داخلہ یقینی ہے۔

اسلامی تعزیرات... چند غلط فہمیوں کا ازالہ

مفتی محمد وقاص رفیع

مغربی مصنفین اسلامی تعزیرات اور اسلامی سزاؤں (رجم، قصاص اور ”قطعید“ وغیرہ) کا بے باک دہل اور سرعام ٹھٹھا، تمسخر اور مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں دقیا نوسی اور قدامت پسندی خیال کرتے ہیں۔ حالاں کہ اگر اسلامی اور مغربی معاشرہ کا باہمی تقابل کرایا جائے تو جن اسلامی ممالک میں کسی نہ کسی درجہ میں بھی اسلامی قوانین نافذ ہیں وہاں پر اسلامی تعزیرات، رجم، قصاص اور ”قطعید“ کے نفاذ کی وجہ سے بہ نسبت مغرب و یورپ کے زنا، قتل، اغواء اور غنڈہ گردی کی شرح میں کافی حد تک کمی ہے، جبکہ اس کے مقابلہ میں مغربی و یورپی ممالک کہ جن میں کھلی آزادی کا رجحان اور جدید کلچر کا غلبہ ہے وہاں ان برائیوں کی شرح میں روز بروز ہوا شربا اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

مغربی مصنفین جن اسلامی تعزیرات کا بر سرعام مذاق اڑاتے ہیں ان میں سے ایک تعزیر ”حد زنا“ بھی ہے۔ وہ اس سزا کو وحشت و جہالت کے دور کی یادگار قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ اسلام میں اسلامی تعزیرات کے حوالہ سے وحشت و جہالت کے دور کی کوئی بھی چیز یادگار کے طور پر نہ موجود ہے اور نہ ہی منائی جاتی ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اسلامی تعزیرات انسانی معاشرہ کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہیں۔ مثال کے طور پر آپ ”حد زنا“ ہی کو لے لیجئے، یہ محض ایک تعزیر نہیں بلکہ سوسائٹی کے لئے ایک تنبیہ بھی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد سوسائٹی کو ہر قسم کی غلط آلودگی سے پاک و صاف رکھنا ہے۔

جب کہ مغرب کے وضع کردہ قوانین کے مطابق ”زنا“ ایک معمولی قسم کی

مباح چیز ہے جس کے گناہ ہونے کا تصور تک مغربی تہذیب میں ہے۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے وہ اسے تاریخ کے کسی دور میں بھی حاصل نہیں رہا۔ جہاں تک عورت اور مرد کے درمیان تقابل کی بات کا تعلق ہے تو اسلام نے حقوق و احترام کے معاملہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں رکھی۔

البتہ دونوں کے مزاجوں اور دونوں کی فطری ضرورتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق ضرور رکھا ہے، اسی وجہ سے دونوں کا مقام عمل ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔ اور یہ کوئی افضلیت اور عدم افضلیت یا برتری و کم تری کی بات ہر گز نہیں بلکہ یہ ایک ناگزیر معاشرتی ضرورت ہے۔ لہذا عورت اور مرد کے فرائض کے معاملہ میں احکامات شرعیہ کو اسی نقطہ نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔

میاں بیوی جب دونوں ریشمہ ازدواج کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد سے لے کر آخری لمحہ تک شریعت اسلامیہ دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتی اور نہ ہی ایک کے دکھ درد کو دوسرے کے دکھ درد سے ہلکا تصور کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان نا اتفاقی کی صورت میں جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اسی طرح عورت کو بھی ”خلع“ کا حق دیا گیا ہے۔ جب کہ دوسرے مذاہب میں اس طرح کی کوئی سہولت میسر نہیں۔

”ہندو ازم“ یا ”سناٹن دھرم“ ہندوستان کا ایک قدیم ترین مذہب ہے، جس کی انسان دوستی اور رواداری نظریاتی سطح پر ہی سہی زبان زد عام ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی کے نازک معاملات میں ہندو دھرم کوئی واضح رہنمائی نہیں دے پاتا۔ طلاق و خلع جیسے عین فطری اصول ”ہندو دھرم“ میں نہیں ملتے۔ خلع

کا تصور تک اس دھرم کے گرنہوں میں نہیں پایا جاتا۔ عورت نے جس مرد کے ساتھ گنی کے سات پھیرے لگا لیے اسی کے دامن کے ساتھ اسے آخری سانس تک بندھے رہنا ہے۔ خواہ عائلی زندگی میں کیسا ہی اتار چڑھاؤ کیوں نہ آجائے اور میاں بیوی کی زندگی زہر سے بھی تلخ ترکیوں نہ ہو جائے۔ اور بیوہ کے مسائل تو اس سے بھی زیادہ سنگین ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے تو اسے گھر سے باہر بن ٹھن کے ٹکنا اور بناؤ سنگھار وغیرہ کرنا تو درکنار میک اپ کا سامان تک اسے اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ دوسری شادی کا حق تو بہت دور کی بات ہے۔ جب کہ اس کے عکس اسلام میں عورت کے حقوق کی کتنی ٹھوس ضمانت ہے اور وہ عورت کی عظمت کا کتنا اونچا تصور رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک مسئلہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی پاک دامنی پر انگلی اٹھائے تو اسے اپنے اس الزام کے ثبوت میں چار مردوں کو گواہ کے طور پر پیش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ چار مردوں کی گواہی پیش نہ کر سکا تو اس کی نگلی پیٹھ پر اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔ اس لئے کہ اس بارے میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ کسی عورت پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ میں اس عورت پر جو زنا کی تہمت لگا رہا ہوں آیا میرا یہ الزام یقینی ہے یا سنا سنایا، نیز اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ تو نہیں ہے؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی اور معاشرتی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب زنا کی تہمت لگائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل تحقیق کیے بغیر اس پر اپنی طرف سے کسی بھی قسم کا کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس وقت کے اسلامی معاشرہ نے بھی حسن ظن سے کام لیا اور صبر و انتظار کی پالیسی پر چلتے ہوئے حد درجہ قوت و برداشت اور ضبط و تحمل کا

مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن مجید کا پورا ایک رکوع نازل ہوا اور منافقین کی جھوٹی افواہیں دم توڑنے لگیں۔ آپ اسے جدید قوانین کہہ لیں یا مغربی تہذیب اس میں صرف ”زنا بالجبر“ ہی کو جرم شمار کیا جاتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر مغرب کا ”تصور آزادی“ یہ ہے کہ آزادی اس وقت جرم ہوتی ہے جب کہ وہ دوسرے کی آزادی کے متصادم ہو۔ لیکن اسلام میں آزادی کا تصور اس سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام اسی کے ساتھ ایک اور قید بھی لگاتا ہے۔ وہ یہ کہ آزادی کا استعمال ایسا ہونا چاہیے کہ اس سے نہ انسانی معاشرہ آلود ہو اور نہ ہی اس پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں۔ گویا یورپ و مغرب میں براہ راست مداخلت کو آزادی سمجھا جاتا ہے اور اسلام آزادی کا دائرہ کار فرد سے لے کر معاشرہ تک وسیع کرتا ہے۔ براہ راست مداخلت کے ساتھ وہ بالواسطہ مداخلت کو بھی آزادی کے خلاف مانتا ہے اور اسے انسانی سماج کے لئے انتہائی ضرر رساں قرار دیتا ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں اسلامی تعزیرات کا نفاذ مفقود ہے جس کے نتیجہ میں دوسرا انسان شتر بے مہار کی طرح ادھر ادھر منہ مارتا پھر رہا ہے۔ خصوصاً مغربی ممالک میں کہ جہاں اسلامی افکار و نظریات کا برسر عام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ وہاں اعلیٰ انسانی اوصاف اور روحانی و اخلاقی اقدار خواب میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے۔ اور وہاں مبنی بر روحانیت سوچ کو رجعت پسندی اور دنیائوسی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس آپ اسلامی ممالک میں جا کر دیکھ لیجئے! جہاں کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی قوانین و تعزیرات نافذ ہیں یا جہاں کے عوام میں اسلامی قوانین اور اسلامی افکار و نظریات کو فکری و نظریاتی سطح پر برتری حاصل ہے، وہاں وہ حیا سوز اور شرم ناک مناظر دیکھنے کو نہیں ملتے جو لندن و پیرس یا دیگر یورپی ممالک میں برسر عام دیکھنے کو ملتے ہیں۔

دین اسلام کا خلاصہ خطبہ حجة الوداع

اسلام کے دعوتی اسلوب، نظریاتی افکار، اخلاقی تعلیمات
انسانی حقوق اور معاشرتی نظام کا جامع دستور العمل

مولانا محمد الیاس گھمن

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کو 23 سال پورے ہونے کو
تھے، حج کا مہینہ بالکل قریب آن پہنچا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 23 سالہ
دور رسالت کی ہمہ جہت تعلیمات کا خلاصہ پیش فرمانا چاہ رہے تھے، چنانچہ دین کی جامع
ترین عبادت حج کا ارادہ کیا، اطراف مکہ میں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچی، تمام قبیلوں کے
سردار اور نمائندگان اپنے اپنے قبائل کے افراد کے ہمراہ اس عظیم اجتماع میں جمع ہونا
شروع ہو گئے، مسلمانان عرب کے بڑے بڑے قافلے جوق در جوق مکہ المکرمہ جانے
لگے۔ 26 ذوالقعدہ 10 ہجری اتوار کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما کر
احرام کی چادر اور تہبند باندھا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف سفر
شروع فرمایا۔ ازواج مطہرات بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے
پر ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ کی میقات ہے وہاں پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ اس کے بعد دو
نفل ادا فرمائے، احرام کی نیت فرمائی اور قصویٰ اوٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز میں تبلیہ
پڑھی لبیک اللہ لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والہک
لا شریک لک لبیک: ”اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ تیرا کوئی شریک
نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی
شریک نہیں۔“

سفر جاری رہا، مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ میں پہنچ کر غسل فرمایا۔ تقریباً آٹھ دن کا سفر طے کرنے کے بعد 4 ذی الحجہ 10 ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو الاکھ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے جلو میں مکہ المکرمہ داخل ہوئے۔ بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو فرمایا ”اے اللہ اس گھر کی عزت و شرف کو مزید دو بالا فرما“ پھر بیت اللہ کا طواف ادا کیا، پہلے تین چکروں میں رمل (خوب کندھا ہلا کر اور اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر تشریف لائے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی: واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ ترجمہ: اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ“

اس مقام پر دو نفل ادا کیے، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھی۔ اس کے بعد صفامرودہ پر سعی کے لیے تشریف لے گئے۔ سات چکر ادا کرنے کے بعد اعلان فرمایا: جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں وہ احرام نہ کھولیں اور باقی لوگ حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن سے قربانی کے اونٹ لانے کے لیے بھیجا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔ جمعرات 8 ذی الحجہ صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منی تشریف لے گئے جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذی الحجہ کی فجر کی نماز ادا فرمائی۔ جمعہ کے دن 9 ذی الحجہ منی سے عرفات کو روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا وہاں قیام فرمایا، زوال کے وقت اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے اور اونٹنی پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اسلام کے دعوتی اسلوب، نظریاتی افکار، اخلاقی تعلیمات، انسانی حقوق اور معاشرتی نظام کے جامع دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: ”لوگو! میری باتیں سنو! شاید اگلے سال مجھے اور تمہیں ایسی محفل میں اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے۔ میں آج کے دن مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں۔ جس طرح تمہیں اس مہینے اور اس دن کا احترام ہے۔ اسی طرح تمہیں ایک دوسرے کے مال، آبرو اور خون کا احترام کرنا چاہیے۔ کوئی چیز جو ایک بھائی کی جائز ملکیت میں ہے دوسرے پر حلال نہیں، جب تک کہ وہ خود اپنی خوشی سے اسے نہ دے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کے دن احتساب کے بارے میں فرمایا:

”یاد رکھو! ایک دن ہم سب کو مر کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر اسلامی رسوم کے بارے میں فرمایا:

”لوگو! یاد رکھو زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے میں اسے ختم کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے قتل و خون کے جھگڑے آج تک ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے خون سے دستبردار ہوتا ہوں۔“

اس خطبہ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی مساوات کا درس دیا:

”سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں! صرف پرہیزگاری خدا کے نزدیک افضل ہے۔“

”کمزوروں کے حقوق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
 ”غلاموں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ ان حقوق کا خاص خیال رکھو۔
 عورتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود
 کھاتے ہو اور انہیں وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:
 ”ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ بیٹا باپ کا اور باپ بیٹے کے جرم کا
 ہر گز ذمہ دار نہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطاعت امیر کا حکم دیا:
 ”اگر کوئی حبشی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو اور تم کو خدا کی کتاب کے
 مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔“
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا نہ نئی امت پیدا ہوگی۔ خوب سن لو!
 اپنے رب کی عبادت کرو، پانچوں وقت نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، مال کی
 زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرو، خانہ کعبہ کاجج کرو اور اپنے حاکموں کے فرمانبردار رہو۔ اس کی
 جزا یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

”اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے
 پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 ”جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔ ممکن
 ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح

یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لئے ثابت کردہ حصہ مقرر کیا ہے اور ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔“

”بچہ اس کا جس کے بستر پر (نکاح میں) تولد ہوا اور بدکار کے لئے پتھر! جس نے اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا تو ایسے شخص پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کے لئے قیامت کے دن کوئی عوض یا بدلہ نہ رکھا جائے گا۔“

اس خطبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار قابل احترام مہینوں کا بھی ذکر فرمایا یعنی ذی القعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت کی ادائیگی کا حکم دیا: ”جس کے قبضے میں کوئی امانت ہے تو اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کو حرام قرار دیا:

”دور جاہلیت کا سود کا عدم کر دیا گیا ہے البتہ تمہارے لئے اصل پر حق ہو گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔“

خطبہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: ”کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا؟“

سب نے بیک آواز جواب دیا آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار کہا:

”اے خدا! تو گواہ رہنا، اے خدا! تم گواہ رہنا، اے خدا! تم گواہ رہنا۔“

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو چکے تو جبرائیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے یہ وحی لے کر نازل ہوئے: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔“ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو رونے لگے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے الوداع ہونے والے ہیں۔

مختصر آئیے کہ اس خطبہ میں اصلاح عقائد و اعمال، اتفاق و اتحاد کا درس، سود کا خاتمہ، مکمل اور متوازن معاشی نظام کا تصور، صالح حاکم وقت کی اطاعت، نسلی امتیاز، قومی، علاقائی اور لسانی عصبیت اور رنگ و نسل کی برتری و کمتری کا خاتمہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطبہ امت کیلئے وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ پھر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منی واپس تشریف لائے اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی

محرم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ جرئی عقبی کی رمی سے فارغ ہو کر میدان منیٰ تشریف لائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا اونٹوں کی قربانی کی۔ 63 اونٹوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نحر (اونٹ کے ذبح کا مخصوص طریقہ) کیے جبکہ 37 سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ قربانی سے فارغ ہو کر معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سر مبارک منڈوا یا۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم کو اپنے دست مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ماندہ بال ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کیا۔ چاہ زمزم پر تشریف لائے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا فرمائی۔

13 ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب (معاہدہ) میں قیام کیا۔

رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ تشریف لائے۔ بیت اللہ شریف کا الوداعی طواف کیا اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ طیبہ کے لیے سفر شروع فرمایا۔

تیسرے خلیفہ... چوتھے مسلمان

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

تاریخ کے ترکش میں جھوٹ سے بچنے تیروں نے جن مقدس شخصیات کے کردار کو گھائل کرنے کی کوشش کی ہے ان میں ایک مظلوم مدینہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد ہونے کی وجہ سے ”ذوالنورین“ کہلاتے ہیں، ایسے ہی دوہری ہجرت (حبشہ اور مدینہ کی طرف) کرنے کی وجہ سے ”ذوالہجرتین“ بھی کہلاتے ہیں۔ یعنی اسی طرح دوہرے مظلوم بھی ہیں۔ ایک تو آپ رضی اللہ عنہ کو چالیس دن کے طویل محاصرے کے بعد دن دیہاڑے، قید و بند میں بھوکا پیاسا اور نہتا کر کے ظلماً شہید کر دیا گیا، دوسرا تاریخ نے بھی آپ پر بہت چر کے لگانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس نے اپنے لہو کی سرخی سے فسیک فیکھہ اللہ کی سرخروئی حاصل کر لی ہو اسے سبائیوں، بلوائیوں اور تاریخ میں ان کے ہمسایوں کے ظلم و جور کہاں مٹا سکتے ہیں؟ مٹانے والے خود مٹ گئے لیکن وہ آج بھی اپنے جسم و جان کے ساتھ، کردار و عمل کے ساتھ زندہ و سلامت ہیں اور رہیں گے۔ آئیے ان کی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

ولادت:

الاصابہ میں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آپ واقعہ فیل کے

چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی سے 47 سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

نام و نسب:

اسد الغابہ میں ہے کہ آپ کا نام نامی عثمان ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ گویا پانچویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے اروی بنت کریم بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی محترمہ بیضاء ام الحکیم؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی سگی جڑواں بہن تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی چھو بھی تھیں۔ اس نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہوئے۔

پاکیزہ بچپن:

کنز العمال میں خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں نہ کبھی زنا کیا، نہ شراب پی، نہ کسی کو قتل کیا، نہ کبھی چوری کی، نہ کبھی مسلمان ہونے بعد دین سے پھرا، نہ دین بدلنے کی تمنا کی، نہ ہی گانا بجایا۔

حلیہ مبارک:

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بہت خوب صورت تھے: گندمی رنگ، قد معتدل، گھنی داڑھی، مضبوط جسم، بارعب اور شخصیت کو نمایاں کرنے والا چہرہ تھا۔

تاریخ الخلفاء میں ہے: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کا نکاح اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم سے فرمایا تو ان سے کہا کہ بیٹی! آپ کے شوہر نامدار (سیدنا عثمان) تمہارے دادا حضرت ابراہیم اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

کنیت اور لقب:

امام ابن جریر طبری نے محمد بن عمر سے بسند لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زمانہ جاہلیت میں کنیت ابو عمرو تھی اور سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد جب لڑکا پیدا ہوا اس کا نام عبد اللہ تھا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہو گئی۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں نکاح میں دیں اس لیے ”ذوالنورین“ کہا جاتا ہے۔ الاصابہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان کے بارے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان ایسی عظیم الشان ہستی ہیں کہ جنہیں آسمانوں میں ”ذوالنورین“ کہا جاتا ہے۔

قبول اسلام:

آپ کے قبول اسلام کے سلسلے میں محدثین و مورخین اس بات متفق ہیں کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ میں، امام سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء میں اور امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابن عساکر ابو ثور فہمی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایام محاصرہ کے دوران مجھ سے کہا: میں اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہوں۔

معاشی و سماجی حیثیت:

آپ کے سیرت نگاروں نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا ہے کہ آپ کو اللہ نے مال و دولت سے خوب نوازا تھا اور آپ اس کو راہ خدا میں بڑی فیاضی سے خرچ فرماتے۔ مشکل حالات میں آپ نے مسلمانوں کے لیے ان کی روزمرہ کی ضروریات کو پورا کیا، خصوصاً ٹھنڈے میٹھے پانی کے کنویں وقف کیے، غزوات میں اسلحہ، سواریاں اور فوجی راشن کا بندوبست، زمین خرید کر مسجد نبوی کی توسیع کرنا آپ کی امتیازی شان ہے۔ چنانچہ ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں لکھا ہے کہ سیدنا عثمان سابقین اولین میں ہیں، قدیم الاسلام ہیں، دو مرتبہ ہجرت فرمائی ہے، بیت اللہ و بیت المقدس دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں سے شادی کی ہے، جہادی لشکروں کی بھرپور امداد کی ہے اسلحے اور راشن سے لدے ہوئے تین سو اونٹ، ہزاروں دینار فی سبیل اللہ وقف کیے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ آج کے بعد عثمان کو اس کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بارگاہ ایزدی میں:

مختصر تاریخ دمشق میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورۃ الزمر آیت نمبر 9 اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک ایسا شخص جو رات کی تنہائیوں میں اللہ کے حضور سجدے کرتا ہے اور قیام کرتا ہے آخرت کے دن کا خوف اور اپنے رب کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے۔ کیا علم والے اور بغیر علم والے برابر ہو سکتے ہیں؟؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس شخص کا تذکرہ ہے اس سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ علامہ علی بن احمد واحدی

رحمہ اللہ نے تفسیر بغوی میں اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان بتایا ہے۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ محمد بن حاطب کہتے ہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بصرہ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدتے ہوئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرما رہے تھے اور آپ کی زبان پر یہ آیت کریمہ جاری تھی۔ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون۔ وہ لوگ جن کے لیے نیکیاں سبقت کر چکی وہی لوگ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عثمان اور آپ کے ساتھی مراد ہیں۔

بارگاہ نبوی میں :

صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اکابر صحابہ باری باری حاضر ہو رہے تھے۔ انہی میں سے ایک شخص نے دروازے پر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا دیکھا تو سامنے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہو گا اور میرا رفیق عثمان بن عفان ہو گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: میں اس

شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کا حیا کرتا ہوں جس کا فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

مستدرک حاکم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن چند مہاجرین ابن حشفہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ جس میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے برابر والے شخص کے ساتھ ہو جائے۔ سارے صحابہ اٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے اور آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے گلے لگایا اور فرمایا: اے عثمان! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

در السحابہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت ایسے ستر ہزار لوگوں کے حق میں قبول کی جائے گی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

در السحابہ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جنت میں سونے موتی اور یاقوت کا ایک محل دیکھا میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ خوبصورت محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ کے بعد آنے والے ایسے خلیفہ کا ہے جس کو ظلماً شہید کیا جائے گا یعنی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہے۔

جامع ترمذی میں ہے کہ 9 ہجری میں جب غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قدر مال لائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان

نہیں پہنچا سکتا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اسی دوران زلزلہ آیا جس سے احد پہاڑ لرزنے لگا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا اور فرمایا: ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

جامع ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک جنازہ لایا گیا اور آپ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس کا جنازہ پڑھائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا کہ انہ کان۔ بغض عثمان فابغضہ اللہ۔ یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا، اللہ بھی اس سے دشمنی کرتا ہے۔

نوٹ: کتب حدیث میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضائل پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔

غزوات میں شرکت:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے سخاوت کے پیکر تھے ایسے ہی شجاعت کے پیکر تھے، آپ نے زمانہ نبوی میں تقریباً تمام غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی۔ البتہ غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ شدید علیل تھیں، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ آپ وہیں رہیں لیکن جب غنیمت تقسیم ہونی کی باری آئی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حصہ بھی مقرر فرمایا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر سیدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکے میں شرکت سے روک دیا اور فرمایا کہ تم عورتوں اور بچوں کی نگہداشت کرو۔

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان:

6 ہجری میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور کعبۃ اللہ کا طواف کیا اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے اور کسی نے کتروائے۔

آپ نے یہ خواب صحابہ کو سنایا سب نہایت خوش ہوئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ کا سفر شروع کیا، صحیح روایات کی بنیاد پر آپ کے ہمراہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 1400 اور 1500 کے درمیان ہے۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام باندھا، پھر آگے حدیبیہ تک پہنچے، کفار مکہ نے مزاحمت کی کہ ہم مکہ نہیں آنے دیں گے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مشورے سے اپنا سفیر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بنا کر بھیجا کہ آپ جا کر مکہ والوں کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں آئے بلکہ کعبہ کا طواف کر کے واپس چلے جائیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور ان کو یہ بات سمجھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن کفار مکہ نے ضد کی وجہ سے اسے قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ جانے لگے تو کسی صحابی نے یہ بات کہہ دی کہ عثمان کی قسمت اچھی ہے وہ مکہ جا کر کعبہ کا طواف کریں گے مگر ہمیں کفار اجازت دیں یا نہ دیں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: عثمان کے متعلق ہمیں یہ وہم بھی نہیں کہ وہ ہمارے بغیر کعبہ کا طواف کر لیں گے۔

ادھر دوسری طرف جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو سردار مکہ ابو سفیان نے کہا: عثمان اگر تم چاہو تو میں تمہیں طواف کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ تمہارے نبی کو طواف کی اجازت نہیں دیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔

آپ کے اس جواب پر ابو سفیان نے سیدنا عثمان اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام کو قید کر دیا۔ کسی نے یہ غلط خبر اڑادی کہ کفار مکہ نے سیدنا عثمان اور ان کے ہمراہ دس صحابہ کرام کو شہید کر دیا ہے۔ اس خبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ پہنچا، آپ اٹھے اور میدان حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بلایا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے موت کی بیعت کی۔ جب آپ بیعت لے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اسی بیعت کو ”بیعت رضوان“ کہتے ہیں۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان والی خبر سچی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کے کچھ لوگوں کو قید کر لو، مسلمانوں نے کفار کے چند لوگوں کو قید کر لیا۔ تب کافروں نے مجبور ہو کر سیدنا عثمان اور ان کے ساتھیوں کو رہا کیا اور اس کے بدلے اپنے لوگوں کو رہا کر دیا۔

مکارم اخلاق:

فتنہ ازل نے آپ کے خمیر میں اخلاقِ عالیہ، صفات حمیدہ، عادات شریفہ اور خصائل کریمہ کوٹ کوٹ کر بھر دیے تھے۔ چنانچہ تاریخِ انخلفاء میں بحوالہ ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ کی روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: میرے صحابہ میں سے عثمان خلق کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ مشابہ ہے۔

صحیح بخاری باب ہجرۃ الحبشہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان موجود ہے: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفید ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوا۔ اللہ کی قسم! نہ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی نہ ہی خیانت کی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی، اس کے بعد حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنایا گیا خدا کی قسم! نہ تو میں نے ان کی حکم عدولی کی اور نہ ہی ان کی خیانت کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ کی قسم! نہ میں نے کبھی ان کی نافرمانی کی نہ کسی تعمیل حکم سے جی چرایا اور نہ ہی ان سے فریب کیا۔

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ باحیاء عثمان ہیں۔ اس کے ساتھ دوسری روایت کو ملایا جائے جس میں ہے کہ حیا ایمان کا شعبہ ہے۔ اس شعبہ ایمانی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

انکساری و تواضع کا یہ عالم ہے کہ تین براعظموں کے فاتح ہیں لیکن جب ایک غلام نے آپ کی دعوت کی تو آپ رضی اللہ عنہ اسے خوشی خوشی قبول فرمالیا چنانچہ صحیح بخاری باب اجابۃ الحاکم الدعوتہ میں روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام کی دعوت کو قبول فرمایا۔

زہد و تقویٰ کی بلندی ملاحظہ فرمائیے تاریخ الخلفاء میں بحوالہ ابن عساکر ابو ثور تمیمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی گانا نہیں سنا اور نہ ہی کبھی لہو لعب کی تمنا کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت تاریخ الخلفاء میں بحوالہ ابن عساکر بسند صحیح موجود ہے کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عثمان رضی اللہ

عنہما نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی۔

صلہ رحمی میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے الاصابہ میں سیدنا علی اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کا فرمان موجود ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

عبادات:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہم العبادات نماز سے بہت رغبت تھی کیونکہ اس میں کلام الہی کی تلاوت بھی ہوتی ہے اور بندگی کی انتہاء بھی۔ چنانچہ آپ پنجگانہ فرائض کے علاوہ نوافل بھی کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے اور خصوصاً تہجد کا معمول تھا آپ ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم ختم فرمالیا کرتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ شہادت والی رات بھی آپ نے اپنے معمول کے مطابق ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم تلاوت کیا۔

الاصابہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی دادی سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روزے بھی بکثرت رکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جس دن آپ کو شہید کیا گیا آپ اس دن بھی روزے سے تھے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کثرت سے صدقہ و خیرات فرمایا کرتے تھے۔ تاریخ طبری میں آپ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ جس وقت میں خلیفہ بنایا گیا اس وقت میں عرب میں سب سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا اور آج میرے پاس سوائے ان دو اونٹوں کے کچھ بھی نہیں جو میں نے حج کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔

آپ نے مسلسل دس حج ادا فرمائے، آپ مناسک حج کے بہت بڑے عالم تھے، امہات المومنین کو بھی آپ نے حج کرایا، موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ کو بھی حج کرایا۔ اس موقع پر آپ لوگوں سے عمال کی شکایات دریافت فرماتے اور ان کا ازالہ فرماتے۔

البدایہ والنہایہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان موجود ہے کہ میں ہر جمعہ ایک غلام آزاد کرتا تھا اگر کسی جمعہ آزاد نہ کر پاتا تو اگلے جمعہ کو دو غلام آزاد کرتا۔

خشیت الہی:

جامع الترمذی اور مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے قریب سے گزرتے تو بہت روتے۔ یہاں تک کہ آپ داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتی۔ ان سے پوچھا گیا کہ جنت و دوزخ کا ذکر آئے تو آپ اس قدر نہیں روتے قبر کو دیکھ کر بہت روتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبر؛ آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس میں کامیاب ہو گیا اس کے لیے اگلی منزلیں بھی آسان ہوں گی اور جو اس میں ناکام ہو گیا اس کے لیے اگلی منزلیں بھی مشکل ہوں گی۔

شیخین کے دور خلافت میں:

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اپنے دور خلافت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے امور خلافت میں مشورہ لیتے اور اکثر اوقات آپ کے مشوروں کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے۔

پہلا خطبہ:

تاریخ طبری میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور میں نے اسے

قبول کیا۔ میں پہلے لوگوں کی پیروی میں امور خلافت انجام دوں گا ان سے ہٹ کر نہیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کے بعد تم سب کے میرے اوپر تین بنیادی حقوق ہیں۔ اجماعی امور میں پہلے پیشروؤں کا اتباع کرنا۔ غیر اجماعی امور میں اہل خیر کے طریقے کو اپنانا اور یہ کہ میں تم میں سے کسی پر کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ کروں۔ اور تم خود بھی ایسے کام نہ کرنا جن سے تم سزا کے مستحق بن جاؤ۔ دنیا کی بے ثباتی کو ہر وقت ملحوظ رکھو اور اس کے دھوکے سے بچو۔

خلافت عثمانی کے نمایاں کارنامے :

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جن حالات میں عہدہ خلافت اٹھایا اگرچہ وہ مشکل ترین حالات تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی فراست، سیاسی شعور اور حکمت عملیوں کی بدولت اسلام کو خوب تقویت ملی۔ آپ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلے لوگوں کو نماز عصر پڑھائی۔ آپ نے فوجیوں کے وظائف میں سو سو درہم کے اضافے کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ طرابلس، قبرص اور آرمینیا میں فوجی مراکز قائم کیے۔ چونکہ اس وقت فوجی سواریاں اونٹ اور گھوڑے ہوا کرتے تھے اس لیے فوجی سواریوں کے لیے چراگاہیں بنائیں۔

مدینہ کے قریب ربذہ کے مقام پر دس میل لمبی دس میں چوڑی چراگاہ قائم کی، مدینہ سے بیس میل دور مقام نقع پر، اسی طرح مقام ضربہ پر چھ میل لمبی چوڑی چراگاہیں بنوائیں، ہر چراگاہ کے قریب چشمے بنوائے اور چراگاہ کے منتظمین کے لیے مکانات تعمیر کرائے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں اونٹوں اور گھوڑوں کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف ضربہ نامی کی چراگاہ میں چالیس ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے۔

اسلامی بحرے بیڑے کی بنیاد حضرت معاویہ کے اصرار پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے رکھی۔

ملکی نظم و نسق کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا، رائے عامہ کا تہہ دل سے احترام فرمایا کرتے تھے، اداروں کو خود مختار بنایا اور محکموں الگ الگ تقسیم فرمایا: سول، فوجی، عدالتی، مالی اور مذہبی محکمے جدا جدا تھے۔ امام طبری نے تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت شام کے گورنر Governor امیر معاویہ تھے، بحریہ کے انچارج Admiral عبداللہ بن قیس انفراری تھے اور عدالت عالیہ کے قاضی Chief Justise حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تھے۔

احتسابی عمل کسی بھی کامیاب حکومت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عمل کے تحت کئی عمال اور سرکاری افسروں کو معزول بھی فرمایا۔

لوگوں کو خود کفیل بنانے کے لیے انتظامات کیے۔ البدایہ والنہایہ میں ابن سعد کی روایت ہے کہ محمد بن ہلال اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ جب میرا بیٹا ہلال پیدا ہوا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پچاس درہم اور کپڑے بھیجے اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ اور کپڑا ہے جب یہ ایک سال کا ہو جائے گا تو اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درہم کر دیں گے۔

امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عثمان کی عیب گوئی کرتے تھے مگر میں نے دیکھا کہ سیدنا عثمان روزانہ لوگوں میں مال تقسیم فرماتے، عطیات عطا فرماتے، کھانے پینے کی اشیاء تقسیم فرماتے، یہاں تک کہ گھی اور شہد بھی تقسیم کیا جاتا۔

اس کے علاوہ امن و خوشحالی کے عوام سے قرب و ربط، مظلوم کی نصرت و حمایت، فوجی چھاونیوں اور اسلامی مکاتب و تعلیم گاہوں کا جال، تعمیر مساجد اور مسجد نبوی کی توسیع، تعلیم القرآن کو عام کرنا، خون و خرابہ سے دار الخلافت کو بچائے رکھنا وغیرہ۔

خلافت عثمانی کی فتوحات:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کی دو قسمیں تھیں۔
 نمبر 1: بعض وہ ممالک جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتح ہو چکے تھے وہاں کے لوگوں نے بغاوت کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو فتح کیا۔
 نمبر 2: وہ نئے علاقے جو پہلے فتح نہیں ہوئے تھے۔

پہلی قسم کے تحت آذربائیجان، آرمینیا، رے اور اسکندریہ۔ طبری اور البدایہ والنہایہ میں تفصیلاً ان علاقوں کا ذکر ملتا ہے۔

دوسری قسم کے تحت بعض بلاد روم اور رومی قلعے، بلاد مغرب، طرابلس، انطاکیہ، طرطوس، شمشاط، ملطیہ، افریقہ، سوڈان، ماوراء النہر، ایشائے کوچک، ایران، ترکستان، اندلس، اصطخر، قنسرین، قبرص، فارس، سجستان، خراسان، مکران، طبرستان، قہستان، ابرشہر، طوس، بیورو، حمران، سرخس، بیہق، مرو، طالقان، مروروذ، فاریاب، طہارستان، جوزجان، بلخ، ہرات، باذغیس، مروین۔ وغیرہ ان میں سے ہر علاقے فتح کی تفصیل البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری و دیگر معتبر کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہے۔ گویا براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ کے بڑے بڑے ممالک فتح کیے۔ فارس و روم کی سیاسی قوتوں کا استیصال کیا اور روئے زمین کا بیشتر حصہ اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آیا۔

افواج اسلام کو ہدایات:

تاریخ طبری میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سرحدوں پر موجود اسلامی افواج کو یہ ہدایات بھیجیں کہ

”تم لوگ مسلمانوں کی حمایت اور ان کی طرف سے دفاع کا فریضہ سرانجام دے رہے ہو۔ تمہارے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قوانین مقرر فرمائے تھے وہ ہماری مشاورت سے بنائے تھے۔ اس لیے مجھ تک یہ خبر نہیں پہنچنی چاہیے کہ تم نے ان قوانین میں رد و بدل سے کام لیا ہے۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم نے کیسے بن کے رہنا ہے؟ اور جو ذمہ داری مجھ پر میں بھی اس کی ادائیگی کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔“

سرکاری عملے کو ہدایات:

تاریخ طبری میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہدایات جاری کیں کہ اپنے ذمہ داریوں میں کوتاہی سے کام نہیں لینا، حق لو اور لوگوں کو حق دو، امانت اور راست بازی کا ہمیشہ خیال رکھو، جس سے جو وعدہ کرو اسے پورا کرو، ظلم نہ کرو کیونکہ مظلوم کا مدعی خود خدا ہوتا ہے۔

ایک خواب:

شہادت سے قبل آپ کو خواب آیا جس کا تذکرہ آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی کیا اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ سے بھی کیا۔ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں محصور کر دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں ان لوگوں نے پیسا سا رکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا میں نے پیٹ بھر کر وہ پانی پیا۔ اس کی ٹھنڈک اب بھی اپنے سینے میں پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو دشمنوں پر تجھے فتح نصیب ہو اور اگر تو چاہے تو ہمارے ساتھ افطار کر لے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افطار کرنا پسند کیا۔ عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ اسی دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

طبقات ابن سعد اور مستدرک علی الصحیحین میں حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن مجھ سے فرمایا: میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے وہ سب کہہ رہے تھے کہ آج شام تم ہمارے ساتھ روزہ افطار کرو۔

سیدنا عثمان کے گھر کا محاصرہ:

باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا ان دنوں میں آپ مسجد بھی نہیں جاسکے۔ اس دوران بہت سارے جانثاروں نے آپ سے اجازت طلب کی۔ تاریخ دمشق میں ہے کہ سیدنا حسن، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تلوار لٹکائے آپ سے اجازت مانگنے آئے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تلوار لٹکائے حاضر ہوئے اور اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: اپنی تلواں پھینک دو میں تمہارے ہاتھوں کسی کا خون ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔

مسند احمد اور تاریخ دمشق میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ امیر المومنین ! آپ عوام کے امام ہیں آپ مشکل حالات میں ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ تین باتوں میں سے کسی بات کو اختیار فرمائیں۔

نمبر 1: آپ باہر نکلیں مقابلہ کریں آپ حق پر ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

نمبر 2: آپ کے لیے پیچھے سے دروازہ کھول دیتے ہیں آپ یہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں وہاں کوئی شخص آپ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔

نمبر 3: آپ ملک شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں وہاں آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

آپ نے ان باتوں کے جواب میں فرمایا کہ

یہ نہیں ہو سکتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر امت کو خون ریزی میں جھونک دوں، مکہ مکرمہ بھی نہیں جاسکتا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ جو قریشی حرم مکہ میں خون بہائے یا خون بہانے کا سبب بنے تو اس پر آدھی دنیا کے باشندوں کا عذاب ہوگا، جہاں تک شام جانے کا تعلق ہے تو یہ اس لیے نہیں ہو سکتا کہ میں دارالہجرت اور حضور کا پڑوس نہیں چھوڑ سکتا۔

محاصرے کے دوران آپ کا کھانا وغیرہ بند کر دیا باہر سے کوئی شخص اندر کوئی چیز نہیں بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی پہنچانے کی کوشش کی لیکن دشمنوں نے مشکیزے میں تیر مارا اور سارا پانی ضائع ہو گیا۔ اسی طرح ام المومنین سیدہ ام حبیبہ نے بھی کوشش کی، سیر اعلام النبلاء میں ہے کہ حضرت صفیہ

رضی اللہ عنہما نے بھی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔

حسین کریمین کا حفاظتی دستہ:

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دو صاحب زادوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو مامور فرمایا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے بچے بھی حسین کریمین کے ساتھ پہرے پر تھے۔ جب شہادت ہو گئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو خوب ڈانٹا کہ تمہارے ہوتے ہوئے دشمن کیسے کامیاب ہو گیا؟

گھر کا دروازہ جلانا:

تاریخ طبری میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باغیوں نے آپ کے گھر کا دروازہ بھی جلا دیا حالانکہ یہ وہ گھر تھا جہاں حاجت مند لوگ آتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو نوازتے تھے۔

شہادت:

آخر کار 18 ذوالحجہ بروز جمعہ تقریباً نماز عصر کے وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ نے کل 82 سال کی عمر پائی۔

بوقت شہادت دعا:

ریاض النضرہ میں حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضرت عثمان خون میں لت پت پڑے ہوئے تھے اور آپ کی زبان پر اللہ کے حضور یہ دعا جاری تھی۔ اللھم اجمع امة محمد۔ اے اللہ امت محمدیہ کو باہمی اتفاق نصیب فرما۔

تکفین و تدفین :

آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع جب مدینہ طیبہ میں پھیلی، جو جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا، کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ظالم باغی اس حد تک جاسکتے ہیں۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ چند باہمت نوجوان آئے اور انہوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور آپ کو شہادت والے خون آلود کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔

جنازہ میں ملائکہ کی حاضری :

معرفۃ الصحابہ میں سہم سے روایت ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ لے کر ہم جارہے تھے تو لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا کہ کہیں باغی لوگ آپ کی لاش مبارک کی بے حرمتی نہ کر دیں، اچانک فرشتوں کی آواز آئی کہ گھبراؤ نہیں ڈٹے رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

سیدنا عثمان کا وصیت نامہ :

البدایہ والنہایہ میں ہے: علاء بن فضل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ باغیوں نے جب حضرت عثمان کو شہید کر دیا تو ان کے وہاں سے فرار ہونے کے بعد ایک صندوق کو کھولا گیا وہاں پر ایک چھوٹے سے ورق پر حضرت عثمان کی وصیت درج تھی: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنت اور دوزخ حق ہیں۔ اور روز قیامت اللہ تعالیٰ لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں اسی عقیدے پر زندہ رہا، اسی پر مرا اور قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جاؤں گا۔

خیالِ رزق ہے رزاق کا خیال نہیں

جہانگیر حسن

اللہ رب العزت کے نام کو یاد کرو اور سب سے منہ موڑ کر اُسی کے ہو رہو۔ اللہ رب العزت کی ذات ہم مخلوقات کی سمجھ سے بالاتر ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی ذات و صفات کا احاطہ محال ہے۔ ہم رات دن اللہ کی حمد و ثنایاں کریں، اس کے باوجود ہم اللہ کی حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتے، کیونکہ ایک مخلوق میں یہ مجال کہاں؟ چونکہ مخلوق فانی ہے اور اللہ کی ذات باقی، پھر ایک فانی شے ایک باقی ذات کی حمد و ثناء کا حق کس طرح ادا کر پائے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان کرتے ہوئے سورہ فاتحہ میں ارشاد فرماتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے)

کیونکہ ایک باقی ذات کی شایان شان حمد و ثنا صرف اور صرف باقی رہنے والی ذات ہی کر سکتی ہے اور ہم بندوں پر یہ اللہ کا عظیم الشان فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں بھی حمد و ثنا کا سلیقہ سکھایا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت کے دو اسماء آئے ہیں: ۱۔ اسم ذات اللہ ۲۔ اسم صفت: رب

یہاں ہم بطور خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے حوالے سے غور و فکر کرنے کی کوشش کریں گے:

رب: اس اسم صفت سے مراد ایسی ذات ہے جو اپنی مخلوق کو بے کم و کاست جب جس چیز کی ضرورت و حاجت درپیش ہو، اُسی وقت بے مانگے حسبِ مقدار پوری کرنے والی ہو۔

مثال کے طور پر ہمارا یہ ایمان و اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رب ہے، ان سب کی پرورش کا اس نے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ اپنا وعدہ پورا بھی کر رہا ہے۔ ہم اپنی کھلی آنکھوں سے آئے دن یہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ مخلوقات میں جو احکام الہی کی تابعداری کرتا ہے اللہ اُسے بھی روزی دے رہا ہے اور جو احکام الہی کی خلاف ورزی کرتا ہے اُسے بھی، حالانکہ اللہ کے نافرمانوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس کے باوجود ہم بندوں کا حال کچھ عجب سا ہے، ہم یہ کہتے ہوئے کبھی نہیں تھکتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، وہی خلاقِ عالم ہے اور وہی رزاقِ حقیقی ہے مگر جب بات آتی ہے اعمال کی تو ہم اپنے آپ میں ایمانی کمزوری پاتے ہیں۔

اس میں دورائے نہیں کہ ہم اللہ رب العزت کو قادرِ مطلق اور مختارِ کل مانتے ہیں، اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جب کبھی ہم زندگی کی کسی منزل پر مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں تو اللہ کے قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہونے کو تقریباً نسیا کر دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں لو لگانے کے بجائے دنیا داروں کے دربار میں حاضری لگانے لگتے ہیں اور ہمارے عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سب کو مسبب سمجھ لیا ہو، جب کہ مسبب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

نیز یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو کچھ خیر یا شر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ہم شکایت کی زبان کھول دیتے ہیں، بلکہ صبر کرنے، اپنے حالات کو درست کرنے صحیح اور مناسب اسباب اختیار کرنے کے بجائے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی اعمال و افعال سے پرہیز کرنے اور ”یک درگیر محکم گیر“ پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (سورۃ نساء: 136)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ ورسول پر ایمان لاؤ۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (بقرہ: 208)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ، اور شیطان کی راہ پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اگر ایمان داری سے غور کریں تو یہ آیت ہم مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے۔ وہ یوں کہ ہم عبادت میں تو ہوتے ہیں لیکن ہمارا دل دنیا کی سیر کر رہا ہوتا ہے، ہم ایمان تو اللہ رب العزت پر رکھتے ہیں لیکن متوجہ، دنیا داروں کی جانب رہتے ہیں، اللہ کو رب کی طرح ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہمیں قلبی پختگی حاصل نہیں ہو رہی ہوتی۔

آج ہم رزق کے حصول میں اس قدر مشغول ہو چکے ہیں کہ دین و دنیا کا ہر فرق مٹ چکا ہے۔ یہ تسلیم ہے کہ رزق کا حصول ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے مگر رزق کے حصول میں رزاق حقیقی کے حکم کے خلاف عمل کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ فیکٹری اور کمپنی مالکان کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے واجبات و فرائض سے منہ موڑ لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ اور جانے انجانے میں عملی طور پر غیر اللہ کو اپنا رب مان لینا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا ہمارے یہ اعمال اس بات کی شہادت نہیں دیتے کہ ہمارے پاس زبانِ قال (زبانی جمع خرچ) تو ہے لیکن زبانِ حال (عمل) نہیں، ہم زبانی طور پر یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ موجود ہے، تمام جہانوں کا رب ہے، خالق کائنات ہے اور حساب کے دن کا مالک ہے، مگر عملی اور قلبی طور پر دنیا طلبی و جاہ طلبی میں گم

رہتے ہیں اور چند وقتی چیزوں کے لیے اپنا مقصد حیات بھول جاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم انسانوں کو محض اپنی عبادت و اطاعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ دنیا ایک مردار کی طرح ہے، دنیا کی پونجی بہت تھوڑی ہے، دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پھر بھی ہم دنیا کے پیچھے بھاگنے سے نہیں تھکتے۔

جب کہ اللہ ہم سب کو ہمیشہ ایک سے بڑھ کر ایک نعمت سے نوازتا رہتا ہے اور ہر لمحہ وہ ایک نئی شان کے ساتھ اپنا جلوہ دکھاتا ہے (سورہ رحمن: 29)، وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (سورہ رعد: 31)، وہ دکھ میں بھی صبر کی تلقین فرما کر اپنے سے قریب ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے (سورہ بقرہ: 153) اور خوشی میں بھی شکر کی توفیق دے کر اور ناشکری سے بچا کر ہمیں محبوب بندوں میں شامل ہونے کی راہ دکھاتا ہے (سورہ بقرہ: 152)، پھر بھی ہم اپنے خالق، مالک اور معبود سے غافل رہتے ہیں، یہ کتنی افسوس ناک بات ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ اس غفلت کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان محض اس لیے ہیں کہ ہمارا جنم مسلم گھرانے میں ہوا ہے، ہم نماز، روزہ، حج، زکاۃ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ یہ اعمال ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آ رہے ہیں، گویا ہم جو کچھ عبادات کرتے ہیں وہ ایماناً، اعتقاداً، یا اخلاصاً نہیں ہوتیں، بلکہ ہم یہ سب کچھ محض رسماً کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم وہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب نہیں حاصل کر پاتے ہیں جو ہمارا مطلوب و مقصود ہے اور ایمان ہمارے قلب کی گہرائیوں میں نہیں اتر پاتا۔ چنانچہ ہم سب کے لیے لازم و ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچانیں کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں اور ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ جب ہم خود کو پہچان لیں گے تو ہمارے لیے رب کی معرفت اور اس کی پہچان آسان ہو جائے گی،

کیوں کہ جس نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اور جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کا رشتہ ایمانی اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ نہ تو اُسے دنیا کی کوئی خواہش و رغبت ہے اور نہ ہی شیطان اپنے مکر و فریب میں پھانس پاتا ہے، اس لیے کہ اب وہ اللہ کے بندے ہو چکے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کا بس نہیں چل پاتا۔ (سورہ حجر: 42)

یہ بات ہر عقلمند انسان بخوبی جانتا ہے کہ اگر ہمیں کسی چیز کی حاجت ہے تو اُس کو حاصل کرنے کے لیے، یا تو ہمارے پاس طاقت و قوت ہونی چاہیے، یا پھر اس کے مالک کو راضی کر کے مطلوبہ چیز حاصل کرنی چاہیے اور ان دونوں میں سے کچھ بھی ہمارے پاس نہیں، پھر بھی ہم دنیا کے طلب گار ہیں، یہ تو ہماری بہت بڑی نا سمجھی ہے؟ کیونکہ ہم ایک ایسی چیز کی چاہت کر رہے ہیں جسے نہ تو خریدنے کی طاقت ہمارے پاس ہے اور نہ حاصل کرنے کی سکت۔ اولاً تو اس لیے کہ ہمیں خود یہ نہیں معلوم کہ اگلے لمحہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ دوم اس لیے کہ جس چیز کے ہم طالب ہیں، نہ تو اس کے مالک سے ہماری جان پہچان ہے اور نہ ہی مالک پر ہمارا کوئی زور چلتا ہے، بلکہ ہم خود مالک کے رحم و کرم کے محتاج ہیں۔ اب ایسی صورت میں بس ایک ہی راستہ بچتا ہے کہ مالک کی مرضی کو اپنی مرضی بنالیا جائے اور اس کی خوشی میں خوش رہا جائے، تاکہ مالک کی نصرت و حمایت بھی حاصل ہو اور ہمارا مطلوب و مقصود بھی۔ جس کے لیے اس نسخے کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ **وَإِذْ كَرَّمَاسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا** ترجمہ: اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے منہ موڑ کر اسی کے ہو کر رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم اسی کو اپنا وکیل بناؤ۔

میری فریاد

محمد یعقوب

آج مجھے فریاد کرنے دو، واویلا اور شکایت کرنے دو، چلانے اور آنسو بہانے دو، چیخنے دو کہ میری چیخوں کو پوری دنیا سنے کہ میں مظلوم ہوں۔ پوری دنیا میں مظلوم کی آواز کو سنا جاتا ہے۔

آج دنیا میں اظہار آزادی رائے کی بات کی جاتی ہے، مجھے بھی آزادی دی جائے کہ میں دنیا والوں کو بتا سکوں کہ میرے دشمن نے ازل سے میرے پیچھا کیا، میلوں پستی میں گرایا اور برابر پیچھا کرتا رہا۔

کوئی تو بتائے کہ میں نے اس کا کیا بگاڑا؟

کون سی زیادتی کی؟

میں اپنی منزل کی طرف جانا چاہتا تھا، اس نے مجھے منزل سے ہٹایا۔ میں اجنبی بن کر رہنا چاہتا تھا کہ میرے محسن اور مشفق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کن فی الدنيا كانك غريب او عابر سبیل

(دنیا میں ایسے رہ جیسے ایک اجنبی یا رہ گزرنے والا رہتا ہے)

مگر اس نے مجھے اجنبی بن کر رہنے سے عار دلائی، یہ کہہ کر کہ تیرا کوئی سٹیٹس ہو، قبر کی زندگی کس نے دیکھی ہے؟ میں ایک مسافر کی طرح زندہ رہنا چاہتا تھا لیکن بد بخت نے دھوکہ دیا۔ میں اپنا مقصد حیات حاصل کرنا چاہتا تھا، اس نے مجھے مقصد سے ہٹایا۔

قبر سے روزانہ بلا مبالغہ تین سے چار بار گزرتا (اگر قسم اٹھاؤں تو حاث نہ

ہوں گا) اور اس کی تیاری کرنا چاہتا تھا، آپ ﷺ کا فرمان میرے سامنے تھا:

الْقَبْرِ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةً مِنْ حُفْرِ النَّارِ

کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔

لیکن میرا آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا۔ روزانہ پانچ بار ایک آواز دینے والے کی آواز سُنتا، مگر یہ دشمن یہ کہہ کر اُس آواز سے میری توجہ ہٹاتا کہ روزیہ آواز سُن کر تو تھک گیا ہے، تھوڑا آرام کر کہ بہت سارے کام کرنے ہیں۔ میں نے گناہوں سے بچنا چاہا کہ مجھے یہ آیت

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْبُرْصَادِ

کہ تیرا رب تیری تاک میں ہے۔

صدادے رہی تھی، اللہ کی ذات سے ڈرا رہی تھی، مگر میں اس ازلی دشمن کے دھوکے میں آگیا اور اللہ کو ناراض کر بیٹھا۔

لوگو آؤ! اور میری بد بختی پر تھوڑا تم بھی آنسو بہاؤ، میرے ساتھ مل کر تم بھی آہ و بکا کرو، شاید اس آہ و بکا کا شور سُن کر دنیا والے اس ظالم کی درگت بنائیں۔

میں دنیا میں رہ کر آنے والی زندگی کو سُدھارنا چاہتا تھا کہ یہ آیت

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَابْقَىٰ

(اور تو اپنی نظروں کی طرف نہ دوڑا جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کے سامان دے رکھی ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے)

میرے سامنے تھی۔ مگر دشمن نے مجھے یہ کہہ کر ورغلا دیا: عَزَّادَا كُنَّا عِظَامًا

(کیا جب ہم ہڈیاں اور چوراہو جائیں گے پھر نئے بن کر اٹھیں گے)
دنیا والے اپنے اپنے دشمنوں کا رونا روتے ہیں، آواز بلند کرتے ہیں، لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں، جبکہ دنیا والے اپنے اپنے دشمنوں سے شکست کھا جائیں تو اس شکست کے خاتمے کی امید ہوتی ہے۔
مجھے جس دشمن کا سامنا ہے، اگر میں اس سے شکست کھا گیا تو کبھی بھی فح کی امید نہیں۔

ہے نا مجھے سب سے بڑے دشمن کا سامنا؟ اب تو بنتا ہے کہ لوگ میرے دشمن سے نمٹنے کے لیے میرا ساتھ دیں، اور نہیں تو کم از کم میرے رونے میں شریک ہوں، دو چار آنسو ہی صحیح۔
جس دشمن نے مجھے برباد کیا، تباہی کے کنارے کھڑا کیا، آگ کے عین دہانے پر لا کھڑا کیا۔ اللہ کی ناراضگی کا طوق پہنانے کی پوری کوشش کی، اپنے مالک کا مبغوض بنانے کی کوئی کوشش ہاتھ سے نہ جانے دی۔
دنیا والو! میرا دشمن جس کے ظلم کا میں شکار ہوں، اگر اس کا نام سننا چاہتے ہو تو سُنو! وہ وہ ہے جس کا اعلان لم یزل میرے رب نے اپنی لاریب کتاب کے اندر یہ کہ کر فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ

(بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اسے دشمن ہی پکڑو، بے شک شیطان اپنے لشکر کو پکارتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں)

وگ استعمال کرنے کا حکم

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن کی زیر نگرانی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے ”آن لائن دارالافتاء“ سے پوچھے گئے سوالات و جوابات کا سلسلہ
ای میل ایڈریس: mufti@ahnafmedia.com

سوال:

آج کل بہت سارے لوگ وگ استعمال کرتے ہیں اس بارے رہنمائی فرمائیں کہ کیا وگ لگانا جائز ہے یا نہیں جو پکی بالوں کی طرح ہوتی ہے؟ غسل ہو جائے گا وگ لگا کر یا نہیں؟

جواب:

وگ اگر کسی دوسرے انسان کے بالوں سے بنی ہو تو ایسی وگ لگانا جائز نہیں ہے۔ اگر اسی انسان کے جسم کے دیگر حصوں سے بال کے کر یا کسی جانور کے بالوں سے بنائی جائے تو ایسی وگ لگانا جائز ہے۔ دوسرا غسل کے متعلق کچھ تفصیل ہے کہ اگر بال کسی جھلی میں لگائے جائیں اور وہ جھلی سر پر رکھ لی جائے تو غسل کرتے وقت اسے اتارنا ضروری ہے۔ اور اگر بال سر کی کھال میں جڑ دیے جائیں تو یہ اصلی بالوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت میں غسل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

الجواب الصحيح

(مفتی) شبیر احمد حنفی

(مولانا) محمد الیاس گھسن

سوال

میں ایک "EXCAVATOR" خریدنا چاہتا ہوں، نقد دینے کے لیے میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں لیکن یہاں مارکیٹ میں آپ "Financing" کے ذریعے آپ کوئی بھی گاڑی خرید سکتے ہیں، آپ نے پھر "Finance" والوں کو اقساط کے ذریعے "Payment" کرنی ہوتی ہے جو اپنی اصل قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔

جواب:

قسطوں کے ذریعے "EXCAVATOR" کی "Payment" کی جائے تو جائز ہے اگرچہ اس کی اصل قیمت زیادہ ہو لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں:

1: یہ طے کر لیا جائے کہ چیز کی کل مالیت کتنی ہوگی؟

2: ادھار کی مدت بھی طے کر لی جائے اور یہ بھی کہ ہر ماہ میں بطور قسط کتنی

رقم ادا کرے گا؟ (قسط شارٹ ہونے کی صورت میں اصل مالیت میں اضافہ نہ ہو)

اگر یہ دو شرطیں طے کر دی جائیں تو ادھار چیز کی قیمت کو قسطوں کے ذریعے

ادا کرنا جائز ہے۔ جہاں تک مارکیٹ میں عام "Financing" کے ذریعے چیز خریدنے

کا تعلق ہے تو ان کے اصول و ضوابط اور شرائط کچھ ایسی ہوتی ہیں کہ جس میں سود ملوث

ہو جاتا ہے۔ مثلاً قسط شارٹ ہونے کی صورت میں اصل مالیت میں اضافہ کرنا وغیرہ جو

کہ سراسر حرام ہے۔ اور بھی بہت سی اس طرح کی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو شرعاً ناجائز

ہوتی ہیں۔ اس لیے کسی "Islamic Finance" سے لیں تو جائز ہو گا۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

(مفتی) شبیر احمد حقانی

الجواب الصحيح

(مولانا) محمد الیاس گھمن

استوانہ حنانہ.... مسجد نبوی کا ایک ستون

ناصر محمود، چکوال

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ایک درخت یا کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ ایک انصاری نے پیش کش کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک منبر نہ بنادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے آپ کی مرضی۔ انصاری عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک منبر بنو ادیا۔ جمعہ کا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تانچے کی طرح چنچ چنچ کر رونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس تنے کو آغوش میں لے لیا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے بہلا کر چپ کرایا جا رہا ہو۔ تنے کا رونا، فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر اللہ سے محرومی کی بنا پر تھا جسے وہ پہلے قریب سے سنا کرتا تھا۔

(صحیح بخاری: 2095)

یہ ستون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے غم میں اس طرح رویا جیسے اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے کھوجانے پر روتا ہے۔ اونٹ کے بچے کے اس طرح رونے کو عربی میں 'حنانہ' کہتے ہیں۔ اس رونے کی آواز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی سنی مگر وہ حیران تھے کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کھجور کے تنے پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور وعدہ فرمایا کہ وہ جنت میں ان کے ساتھ ہو گا تو اسے قرار آیا۔

اس ستون کو 'استوانہ محلقہ' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے وجہ یہ ہے کہ اس مبارک مقام پر ایک مرتبہ کسی شخص نے لاعلمی میں تھوک دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا تھا اس کے بعد خطبے کے اس متن کو صاف کر کے بے انتہا خوشبو لگائی گئی جس کی وجہ سے اسے 'استوانہ محلقہ' بھی کہا جاتا ہے۔ عربی میں 'محلقہ' خوشبو کو کہتے ہیں۔ یہ ستون مسجد نبوی کے 'ریاض الجنۃ' میں محراب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لگا ہوا ہے۔

یہ ستون آج بھی مسجد نبوی میں اسی نام سے موجود ہے جو محبت رسول کی یاد دلاتا ہے۔ کچھور کی ایک لکڑی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی لیکن ہم ان کے امتی کہلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر کتنا عمل پیرا ہیں۔

ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ صبح و شام غلامی رسول کا نعرہ لگانا بھی ہمارا ایمان ہے لیکن اس سے پہلے غلامی کی حقیقت کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ غلام اپنی مرضی، خواہشات کو آقا کے حکم پر قربان کر دیتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ہماری بھی یہی کیفیت ہے؟؟

اگر یہی کیفیت ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ورنہ فکر پیدا کرنی چاہیے اور پختہ عزم کے ساتھ اپنی زندگی کو صحیح معنوں میں غلامی رسول کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر قسم کی کامیابیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات، آپ کی مبارک سنتوں پر چلنے میں ہے۔ اللہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکلی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

- ❖ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اسماعیل شجاعبادی دامت برکاتہم مرکز تشریف لائے۔ تخصص فی التحقیق والدعوة کے طلباء کو عقیدہ ختم نبوت کے عنوان پر لیکچر دیا اور قادیانیت کی اسلام و ملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔
- ❖ حسب سابق اس سال بھی عید الاضحیٰ کی نماز مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ادا کی گئی متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے اس موقع پر فرمایا کہ قربانی عبادت اور اخوت و ہمدردی کا حسین امتزاج ہے۔ عید کا دن خوشی و مسرت کا دن ہے اس موقع پر اپنے مسلمان بھائیوں خصوصاً غریبوں کو ضرور شریک کریں۔
- ❖ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں حسب سابق اس سال بھی ہوم ڈیلیوری کی سہولت کے ساتھ اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا گیا۔
- ❖ احتاف ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام علاقہ بھر اور مضافات کے غریب، مساکین، یتیمی اور بیوگان نادار و مفلس لوگوں میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا گیا۔
- ❖ مرکز میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات سے قبل طلباء کا تعلیمی جائزہ لیا گیا اور متکلم اسلام نے طلباء کو ہدایات دیں کہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر والدین کی خدمت، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئیں۔ نماز، ذکر اذکار اور تلاوت کی پابندی کریں۔